جماعت ولایت الٰہی کا رستہ اختیار کرے جو سچی محبت اور پیار کا رستہ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳/ اکتوبر ۱۹۸۶ء کیلگری، کینیڈا)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ (یونس: ۷-۹)

اور پھر فرمایا:

سورۂ یونس کی یہ تین آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں اور اس ہر چیز میں جو خدا تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں پیدا فرمائی ہے ان لوگوں کے لئے نشانات ہیں جو خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لیکن اس کے برعکس کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو ہماری ملاقات یعنی خدا تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے پر یقین نہیں رکھتے۔ وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اور دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہیں۔ وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور انہیں اطمینان نصیب ہو گیا ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ

عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور جو ہمارے نشانات سے غفلت کی حالت میں زندگی بسر کرنے والے ہیں اُولٰٓئِکَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ یہی وہ لوگ ہیں جن کا انجام جن کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہوگا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ان باتوں کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں۔

ان تین آیات میں مغربی تہذیب کے محرکات اور جن عوامل پر وہ تہذیب بنائی گئی ہے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ اس وقت یہ تہذیب بڑی شدت کے ساتھ اپنی آخری منزل کی طرف بڑھ رہی ہے اس لئے ضروری ہے کہ بروقت ان قوموں کو جن کی ہلاکت کا وقت بہت دور نہیں رہا جماعت احمدیہ کی طرف سے بار بار متنبہ کیا جاتا رہے اور احمدی اپنے گردو پیش، اپنے ماحول میں ان کو متنبہ کرتے رہیں اور متنبہ رکھیں کہ تمہاری تہذیب قرآن کریم کے بیان کے مطابق آخر مٹنے کے قریب آچکی ہے اور وہ آگ جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بھڑکائی ہے اس آگ میں تمہارے جلنے کے دن قریب آرہے ہیں لیکن جو تنبیہ کرنے والا ہوتا ہے اس میں خود وہ محرکات نہیں پائے جانے چاہئیں جن کے نتیجہ میں تنبیہ کرنے والے کے خیال میں ایک بات کا انجام بد ہونے والا ہے یا کوئی چیز اپنے بد نتیجہ تک پہنچنے والی ہے۔ اس لئے مغربی تہذیب کے وہ کون سے عوامل ہیں، وہ کون سے محرکات ہیں جن کے نتیجہ میں یہ قومیں ہلاکت کا منہ دیکھنے والی ہیں اور ان کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ ان عوامل اور محرکات سے ہر احمدی کو واقفیت ہونی چاہئے اور جب تک ان سے واقفیت نہ ہو نہ خود بچ سکتا ہے اور نہ وہ کسی اور کو بچانے کا اہل ہو سکتا ہے۔ اس پہلو سے یہ تین آیات ہمارے لئے بہت ہی بڑی اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ تھوڑے الفاظ میں بہت گہری حکمت کی باتیں ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ جو لوگ رات اور دن کے بدلنے میں اور خدا تعالیٰ کی تخلیق میں غور کرتے ہیں ان میں سے صرف تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے نشانات ہیں۔ یہ بہت ہی اہم نکتہ ہے جو قرآن کریم پہلے مختلف الفاظ میں بھی پیش فرما چکا ہے۔ جہاں تک ہم دنیا میں جائزہ لیتے ہیں ہمیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے کائنات کی تخلیق میں غور کرنے کے نتیجہ میں بہت زیادہ نشانات ہیں۔ ان لوگوں کی محنت کے نتیجہ میں ان کے ہاتھ خدا تعالیٰ کی قدرت کے بہت سے راز آ گئے ہیں اور ان کو ہر قدم پر خدا تعالیٰ کی عظمت کا کوئی نہ کوئی نشان ملتا ہے اور اس پہلو سے وہ لوگ جو غیر متقی ہیں وہ متقیوں سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں اور عملاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں، تو قرآن کریم کی اس آیت کا پھر کیا

مطلب ہے کہ یقیناً ان لوگوں کے لئے نشانات ہیں جو متقی ہیں۔ اگر عمومی حیثیت سے مسلمانوں کو متقی قرار دیا جائے عیسائیوں کے مقابل پر تو جو نقشہ ہمیں نظر آ رہا ہے وہ تو بالکل برعکس ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ متقیوں کے لئے تو اس کائنات میں نشان ہی کوئی نہیں۔ آنکھیں بند کر کے گذر رہے ہیں اور جو غیر متقی ہیں انہوں نے بے انتہا نشان پالئے اور وہ قدم قدم پر خدا کی عبرت نمائی کے نشان دیکھ بھی رہے ہیں اور ان سے استفادہ بھی کر رہے ہیں۔

تو اس کے دو پہلو ہیں جن پر غور کرنے سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اول یہ کہ جن کو ہم متقی سمجھتے ہیں اگر خدا کے قدرت کے نشانات پر ان کی آنکھیں کھلتی نہیں اور ان کو کچھ پیغامات نہیں ملتے جو دنیا سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور آخرت سے بھی تعلق رکھتے ہیں تو ان کو متقی قرار دینے میں ہم نے غلطی کھائی کیونکہ قرآن کریم بہر حال غلطی نہیں کھا سکتا۔ اس لئے مومن کی اور متقی کی ایک یہ نشانی بھی بیان فرمادی گئی ہے کہ جب وہ خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور کرتے ہیں تو انہیں ہر قسم کے نشانات ان میں دکھائی دیتے ہیں، آنکھیں بند کر کے اندھوں کی طرح خدا تعالیٰ کی قدرت کے اوپر سے سطحی طور پر نہیں گذر جاتے بلکہ اس میں ڈوبنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی تہہ سے موتی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جہاں تک دوسرے پہلو کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ اگر تقویٰ کی یہ تعریف ہے تو پھر عیسائیوں کو بھی متقی قرار دینا چاہئے اور دہریوں کو بھی متقی قرار دینا چاہئے اور ان تمام مذاہب کے ماننے والوں کو بھی جو خدا تعالیٰ کی قدرت میں غور کرنے کے بعد ان سے نتائج اخذ کرتے ہیں تو اس کا کیا جواب ہے؟ اس کا جواب قرآن کریم نے اس سے اگلی آیت میں خود دے دیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝٨ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٩

کہ ان غور کرنے والوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو غور کے باوجود اندھے رہتے ہیں لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وہ ہماری ملاقات سے منکر رہتے ہیں اس لئے معلوم یہ ہوتا ہے ان کا غور اور ان کا تدبر محض دنیا کے معاملات میں ہے اور جہاں

تک روحانی رہنمائی کا تعلق ہے وہ خدا تعالیٰ کی تخلیق سے کوئی روحانی رہنمائی حاصل نہیں کرتے۔

اس مضمون کو مزید کھولا گیا ہے۔ایک اور آیت میں جہاں فرمایا:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۱﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۲﴾ (آل عمران: ۱۹۰-۱۹۱)

کہ وہ لوگ جو حقیقی غور کرنے والے ہیں جن کو خدا اہلِ عقل قرار دیتا ہے وہ صرف سرسری نتیجے نہیں نکالتے یا دنیا سے تعلق رکھنے والے نتیجے نہیں نکالتے بلکہ ان کا غور انہیں یہ ماننے پر مجبور کر دیتا ہے کہ اتنا عظیم الشان قانون قدرت، اتنا عظیم الشان کارخانہ جس کے اندر تہہ بہ تہہ حکمتیں کارفرما ہیں، یہ بے کار اور عبث نہیں ہوسکتا اس کا ضرور کوئی مقصد ہوگا۔تو فرمایا کچھ غور کرنے والے ایسے ہیں جو غور کے نتیجے میں دنیا کی حد تک ہی رہتے ہیں اور اُخروی نتیجے اخذ کرنے سے عاری ہو جاتے ہیں۔باوجود یہ سمجھنے کے کہ عظیم الشان حکمتیں اس سارے کارخانہ قدرت کے پیچھے کارفرما ہیں، باوجود یہ جاننے کے کہ ارب ہا ارب سال کی بہت باریک ڈیزائننگ، بہت ہی بڑا دور رس اور دیر تک قائم رہنے والا کارخانہ قائم کیا گیا ہے اور اس کا ایک رخ ہے، اس کی ایک منزل ہے، اس کا ایک مقصد ہے۔وہ ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اپنے قریب کے فائدہ کی چیزوں کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھتے اور اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ایسی صورت میں ان کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا انصاف کا سلوک ہونا چاہئے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان کے ساتھ بھی انصاف کا سلوک ہوتا ہے۔ قانون قدرت ہر ایک کے لئے کھلا ہے۔کچھ ایسے لوگ ہیں جو کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے نہ دنیا کا نہ آخرت کا۔کچھ ایسے لوگ ہیں جو آخرت کا فائدہ تو نہیں اٹھاتے دنیا کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور دنیا کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے قانون کو سمجھتے ہیں اور اس پر غور کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۶﴾ (هود: ۱۶)

کہ ان لوگوں سے بھی خدا ناانصافی کا سلوک نہیں کرے گا۔ جس حد تک یہ قانون قدرت پر غور کریں گے، جس حد تک یہ استفادہ کرنا چاہیں گے اس حد تک خدا تعالیٰ ان کو ضرور اجر دے گا۔ مگر چونکہ یہ دنیا کے اجر پر راضی ہو چکے ہیں وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور ان کا دل دنیا کی زینتوں اور دنیا کی لذتوں پہ اطمینان پکڑ گیا ہے اس لئے خدا تعالیٰ ان کی خواہش کے مطابق ان سے سلوک کرے گا اور دنیا میں ان کو سب کچھ دے دے گا۔ نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ کا مطلب ہے بھر بھر کے پیمانے ، بھر پور جزاء دے گا ان کو اس دنیا میں وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ تو ان سے دنیا کے معاملہ میں کسی قسم کی کوئی کنجوسی نہیں کی جائے گی، کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

بعینہ اس وقت آپ مغرب کی یہی حالت دیکھ رہے ہیں جو قرآن کریم کی حکمتوں کو نہیں سمجھتا، اس کے ذہن میں عجیب عجیب سوال اٹھتے ہیں۔ امت مسلمہ کا تو یہ حال ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے سب سے اونچی امت، سب سے بڑی امت۔ لیکن نہایت ہی بدحالی کی حالت میں زندگی گذار رہی ہے، مفلوک الحال ہے، مغربی قوموں سے بلکہ دہریہ قوموں سے بھی وہ اپنی بقا کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ خوراک بھی ان سے مانگتے ہیں اور ہتھیار بھی ان سے مانگتے ہیں۔ بقا کے یہی دو ذریعے ہیں اور اس کے باوجود وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ تثلیث پرست کہہ کر اندھا یا نصف دیکھنے والا قرار دیتا ہے وہ دنیا کی ہر قسم کی لذتیں حاصل کر رہے ہیں، عظیم الشان ترقیات حاصل کر رہے ہیں۔ باریک در باریک ان کی نگاہ ہے اور اتنی عظمتیں حاصل کر چکے ہیں کہ انسان اگر ان کی سائنس اور ان کی محنت کے نتیجہ میں ان کے ماحصل کو دیکھے تو واقعی اس طرح سر اٹھا کر ان کی بلندیوں کو دیکھنا پڑتا ہے کہ پگڑی گرتی ہے۔ یہ کیفیت ہے ان کی سر بلندیوں کی تو آخر کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان غلط اور گمراہ لوگوں کے ساتھ یہ سلوک فرما رہا ہے اور جو خدا کے نیک بندے ہیں ان سے وہ سلوک فرما رہا ہے؟

ان آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہرگز خدا کسی سے بھی کوئی ناجائز سلوک نہیں کرتا، کسی بندے سے کوئی ناانصافی کا سلوک نہیں کرتا۔ امت مسلمہ کے لئے بھی یہ دونوں راستے کھلے تھے، ایک نہیں دو راہیں کھلی تھیں۔ امت مسلمہ بھی اس کائنات پر غور کر سکتی تھی اور غور کے نتیجہ میں دنیا کا بھی فائدہ اٹھا سکتی تھی اور آخرت کا فائدہ بھی اٹھا سکتی تھی۔ لیکن انہوں نے دیکھا اور اس باوجود سمجھنے سے انکار کر دیا۔ دیکھا اور جستجو کی کوئی دلچسپی ان کے دل میں پیدا نہ ہوئی، سرسری سطحی نظر سے اس دنیا سے گذرنا

ان کی عادت بن گیا۔ پس قانون قدرت نے کامل انصاف کا سلوک کیا نہ ان کی دنیا رہی نہ ان کا دین رہا اور یہی کیفیت ہے آج جو ہمیں عالم اسلام میں الا ماشاء اللہ اکثر صورتوں میں دکھائی دیتی ہے۔

جہاں تک ان مغربی قوموں کا تعلق ہے ان کے ساتھ بھی خدا نے انصاف کا سلوک کیا ہے۔ فرمایا میری کائنات کا آدھا پیغام یہ سمجھے ہیں اور جو کچھ سمجھے ہیں اس پر راضی ہو چکے ہیں، اس پر ان کا دل اطمینان پکڑ چکا ہے تو میں وہ ان کو ضرور دوں گا جس پر ان کا دل اطمینان پکڑ چکا ہے، لیکن کائنات کا جو اصل مقصد تھا اس کا یہ انکار کر بیٹھے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ کائنات صرف دنیا میں ان کے زندہ رہنے اور ان کے عیش و عشرت کی خاطر پیدا کی گئی ہے اس کے زیادہ اس کا مقصد ہی کوئی نہیں۔ اس لئے یہ تو ان کو ضرور ملے گا لیکن کائنات کا جو بھی مقصد ہے اس سے یہ عاری رہ جائیں گے۔

اس کے متعلق قرآن کریم مزید فرماتا ہے۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾ (ہود: ۱۷)۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کچھ نہیں ہوگا سوائے آگ کے۔ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا جو کچھ انہوں نے محنتیں کیں اور عظیم الشان کارخانے بنائے۔ صَنَعُوا کا لفظ وہی ہے جو صنعت کے لئے استعمال ہوتا ہے (انڈسٹری)۔ جو کچھ انہوں نے انڈسٹری قائم کی جو کچھ عظیم الشان کارخانے بنائے ان کا پھل اسی دنیا میں رہ گیا، حَبِطَ یہیں گر گیا، اس میں اوپر جانے کی طاقت نہیں تھی، اس میں اخروی دنیا میں ان کا ساتھ نبھانے کی کوئی طاقت نہیں تھی، نہ اس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا، نہ وہ اس مقصد کو پورا کر سکتا تھا۔ بَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور اس دنیا میں ان کے عمل باطل ہو گئے۔ بَاطِلٌ کہتے ہیں بے نتیجہ جو اصل مقصد سے ہٹ کے ہو۔ چنانچہ قرآن کریم کی دوسری آیت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی تھی اس میں اہل عقل کا یہ نتیجہ نکالنا بتایا گیا ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩٢﴾۔ باطل کہتے ہیں ایک ایسی چیز کو جو بے مقصد ہو، اپنی ذات میں کچھ لذتیں دے جائے لیکن اس کا نتیجہ بعد میں کوئی نہ نکلنے والا ہو۔ تو اس دنیا کو انہوں نے باطل کے طور پر ہی دیکھا۔ اس لئے ان کے اعمال باطل گئے، یعنی ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اس میں کوئی ناانصافی نہیں۔

فرمایا ان کی فلاسفی یہ ہے یا وہ کہتے ہیں کہ جب بھی ان کو کہا جائے کہ ایک بعد کی دنیا ہے

اس کی بھی تیاری کرو، اس کی طرف بھی دیکھو تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے۔

اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۶﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۸﴾

(المومنون: ۳۶۔۳۸)

کہ یہ ڈرانے والا، یہ مومن، یہ خدا کی ہستی پر ایمان لانے والا کیا تمہیں اس بات سے ڈراتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے وَكُنْتُمْ تُرَابًا اور تم مٹی ہو جاؤ گے وَّعِظَامًا اور ہڈیاں بن جاؤ گے اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ تم پھر نکالے جاؤ گے، کیسی باتیں کرتا ہے یہ بیان کرنے والا یعنی یہ لوگ جو دنیا پر راضی ہو جاتے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں، آخرت کے فلسفے کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ بہت ہی بعید از عقل بات ہے۔ هَيْهَاتَ ایک محاورہ ہے عرب کا دور کی بات۔ جیسے ہم اردو میں بعید از عقل بات کہتے ہیں اسی کا عربی محاورہ ہے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ کہ بڑی بعید از عقل بات ہے۔ جس کا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے کچھ بھی نہیں ہونا۔ تم مرجاؤ گے مٹی بن جاؤ گے تمہاری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور اس سے پہلے پہلے کی جو زندگی ہے تم نے جو کچھ کرنا ہے کرلو اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ وہ کہتے ہیں اس دنیا کے سوا جو ہم اس میں زندگی گزار رہے ہیں اور کچھ بھی نہیں، اسی میں ہم نے مرنا ہے اسی میں ہم زندہ رہتے ہیں اور ہم ہرگز دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے، ہماری کوئی جواب طلبی نہیں کی جائے گی۔

تو دو مختلف فلسفہ ہائے حیات ہیں جو یہاں آ کر کھل کر ایک دوسرے کی مدمقابل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف یہ دنیا کی قومیں ہیں جنہوں نے دنیا میں بے انتہا ترقیات کی ہیں۔ ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ نے ان کی محنت کا ان کو اجر دیا ہے اور ان کا اجر پانا خدا کی ہستی کے خلاف دلیل نہیں بلکہ خدا کی ہستی کا ثبوت ہے اور مومنوں کے لئے اس میں نصیحت تھی وہ یہ تھی کہ جو خدا اتنا مہربان ہے اتنا رحمان اور رحیم ہے کہ اپنے انکار کرنے والے کی محنت کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ اس فلسفہ حیات کے

خلاف بغاوت کرنے والے کی محنت کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ جس کی خاطر خدا تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔ ان مقاصد کا انکار کرنے والے کی محنت کو بھی ضائع نہیں کرتا، جس حد تک محنت کرتا ہے قرآن کے بیان کے مطابق جام بھر بھر کے ان کا اجر اُن کو عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔ یہ ساری مغربی دنیا اور ان کی عظیم الشان ترقیات قرآن کے بیان کے ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف کی گواہی دے رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا، اگر ہم جو آخرت کے قائل ہیں، اگر ہم جو اخروی زندگی پر کامل یقین رکھتے ہیں، اگر ہم اس کی راہ میں کوئی محنت کریں گے اور کوشش کریں گے تو کیسے ممکن ہے کہ وہ خدا جو غیر کی محنت کا پھل پورا دیتا ہے وہ اپنوں کی محنت کا پورا پھل نہ دے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ نتیجہ نکالنا چاہئے اُن کی ترقیات کو دیکھ کے نہ کہ دین کے متعلق مایوسی اور اپنے فلسفہ حیات کے متعلق عدم اعتمادی۔ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ مومن اس وقت تک مومن ہے جب تک خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور اور تدبر کر کے صحیح نتائج اخذ کرتا ہے۔ جب وہ صحیح نتائج اخذ کرنے چھوڑ دے اور آنکھیں بند کر کے کسی راہ پر چل پڑے تو غٰفِلُوْنَ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہ مومن نہیں۔ فرمایا یہی لوگ ہیں جو غٰفِلُوْنَ ہیں وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ یہ کافروں کے متعلق فرمایا ہے۔ ان کی ساری زندگی غفلت کی حالت میں بسر ہو جاتی ہے۔

یہ مضمون میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ میں یہ سمجھتا ہوں اور بڑے جائزے کے بعد اس افسوس ناک نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ اکثر مسلمان جو مغرب میں آکر زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ زیادہ تر غفلت کی حالت میں بسر کرتے ہیں اور ان کی راہ میں بہہ رہے ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ان میں سے ان کی دنیاوی ترقیات سے متاثر ہو جاتے ہیں اور متاثر ہونے کے بعد ان کو ایک احساس کمتری ہر حقیقی اور دائمی نعمت سے محروم کرتا چلا جاتا ہے۔ دلوں پر ایک رعب بیٹھ جاتا ہے اور اس رعب بیٹھنے کے نتیجہ میں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بہت غالب لوگ ہیں۔ ان کو دنیا کی ہر چیز میسر آ گئی ہے، ہم لوگ جاہل ہیں، بیوقوف ہیں شاید اس لئے کہ ہم غلط رستوں پر بیٹھے رہے۔ شاید اس لئے کہ ہم نے انہونی باتوں پر ایمان لا کر اپنی قوتِ عمل کو ختم کر دیا ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی ہے اس دنیا میں ہی ہے کیوں نہ ہم ان کے پیچھے چپ کر کے چلتے رہیں اور ان کے غلبے اور اثر کو قبول کر لیں۔ الفاظ میں کوئی کہے یا نہ کہے لیکن نفسیاتی کیفیت اکثر لوگوں کی یہی ہوتی ہے۔ نتیجۃً ان کی تہذیب ان سے پیچھے رہنے لگ جاتی

ہے۔وہ آگے بڑھتے ہیں لیکن اپنی قدروں کو پیچھے چھوڑ کر اوران سے زیادہ نقصان اٹھانے والے بن جاتے ہیں کیونکہ نہ وہ اس دنیا میں اس طرح محنت کرنے کے اہل ہوتے ہیں جس طرح ان لوگوں نے محنتیں کیں، جن کی ساری کی ساری کوششیں دنیا کے لئے وقف ہیں۔نہ وہ دین کے رہتے ہیں کیونکہ دین کے نتیجہ میں تو ان کو دوہری محنت کرنی پڑے گی۔دنیا کا فلسفہ بھی سیکھنا تھا آخرت کا بھی سیکھنا تھا، دنیا کے نتائج بھی اخذ کرنے تھے آخرت کے نتائج بھی اخذ کرنے تھے اور ایک متوازن زندگی بسر کرنی تھی۔تو ان کے اوپر تو وہی مثال صادق آتی ہے۔

؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اور یہ جو کیفیت ہے یہ ایک فرضی بات نہیں ہے۔آپ اپنے گردو پیش پر نظر دوڑائیں،آپ کے اندر ہلکی ہلکی جو تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں نفسیاتی طور پر اِن پر غور کریں تو آپ معلوم کریں گے کہ لازماً ہم ایک پلیٹ فارم پر بیٹھے ہوئے ہیں جو آہستہ آہستہ ایک سمت کو بڑھتا چلا جارہا ہے۔بعض دفعہ ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہم حرکت کر رہے ہیں۔لیکن ہمارا سارا نظریہ حیات تمام رجحانات،تمام احساسات رفتہ رفتہ ان کی کشتی میں بیٹھ کر ان کے ساتھ ایک سمت میں حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔اس لئے بڑے شعور کے ساتھ ایک دوٹوک فیصلہ کرنا ہے، یہ فیصلہ کرنا ہے کہ فلسفہ حیات کون سا درست ہے اور کون سا سچا، حقیقی اور دائمی ہے۔کیا یہی زندگی ہے جس میں ہمیں زندہ رہنا ہے اور عیش وعشرت کرنے ہیں اور پھر مزے اٹھا کر مرکر مٹی ہو جانا ہے۔یہ ایک جواب دہی ہے۔

اس کائنات میں اور بھی پیغامات ہیں جو اخروی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اگر یہ فیصلہ قطعی ہو اور ہوش مندی کے ساتھ کیا جائے تو اس کا ساری زندگی کے اعمال پر اثر پڑتا ہے بالکل نظریہ حیات ہی بدل جاتا ہے۔چنانچہ قرآن کریم نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٥﴾ (یونس: ۶۳-۶۵)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ کے ولی، اللہ کے دوست ایسے ہوتے ہیں کہ لَاخَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ان پر نہ دنیا کا خوف ہے نہ آخرت کا خوف ہے۔ نہ دنیا کا غم ہے نہ آخرت کا غم ہے کیونکہ خدا کے ولی بن جاتے ہیں اس لئے دنیا بھی ان کی ہو جاتی ہے اور آخرت بھی ان کی ہو جاتی ہے۔ ہر قسم کے دنیا کے اندیشے بھی ختم ہو جاتے ہیں اور آخرت کے اندیشے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

یہ مضمون جس فلسفہ حیات کو پیش کرتا ہے وہ عام مولویانہ فلسفہ حیات سے بالکل مختلف ہے۔ عام طور پر بعض مذہبی انتہا پسند یہ سمجھتے ہیں یا یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ خدا تب ملے گا جب دنیا ترک کر دو گے اور خدا ملنے کا تعلق یہ ہے کہ دنیا بالکل چھوڑ دو۔ احتراز کرو یا دنیا سے بھاگو اور دنیا کی لذتیں صرف ان گندے لوگوں کے لئے ہیں جو دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں تمہارے لئے کچھ نہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ مومنوں کے لئے دنیا بھی ہے اور آخرت بھی ہے۔ اگر مومن دنیا میں بھی محنت کرتا ہے اور آخرت میں بھی محنت کرتا ہے تو دونوں اس کے قبضہ میں چلی جائیں گی کیونکہ فرمایا اللہ کے اولیاء بن جاتے ہیں یہ لوگ۔ جو اللہ کا دوست ہو جب اللہ کی دنیا بھی ہے اور اللہ کی آخرت بھی ہے تو وہ آدھے سے اسے کیوں محروم رکھے گا۔ یہ بنیادی چیز ہے جو سمجھنے کے قابل ہے۔ آپ کا کوئی دوست ہو اور آپ کو سچا اس سے پیار ہو تو آدھا سنبھال کر الگ تو نہیں رکھ لیا کرتے آپ اس کو دونوں دے دیتے ہیں۔ قرآن کریم سے بھی پتہ چلتا ہے اور بعض دوسری آیات میں مزید وضاحت ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی لذتوں سے مومن کو کلیۃً محروم نہیں کرنا چاہتا۔ یہ فلسفہ بالکل غلط ہے۔ ہاں توازن پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دنیا اس کی ثانوی رہے اور دین اول رہے۔ اگر یہ تناسب قائم رہے گا تو دنیا بھی اس کی ہے اور دین بھی اس کا ہے۔ اگر تناسب بگڑ جائے اور دین نیچے چلا جائے اور دنیا اوپر آ جائے تو سب کچھ دنیا کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس مضمون کو سمجھنا چاہئے۔ فرمایا لَهُمُ الۡبُشۡرٰى فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ بات کو کھول دیا خوب اچھی طرح۔ فرمایا ان کے لئے اس دنیا میں بھی خوش خبری ہے وَفِى الۡاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے اور یہ خدا کا ایسا وعدہ ہے جس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی تم نہیں دیکھو گے لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ اتنی قوت کا بیان ہے کہ اس کے بعد کسی شک کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

اس لئے آپ کو خدا تعالیٰ اس مغرب میں بسنے والوں کو خدا تعالیٰ جس راستے پر بلا رہا ہے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ آپ دنیا بالکل ترک کر دیں اور فقیروں کی طرح لنگوٹے کس کر خدا کے دین کی طرف دوڑیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو آدھے سے بھی محروم نہیں رکھنا چاہتا۔ خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ جو کچھ بھی خدا کا ہے اگر تم خدا کے ہو جاؤ تو وہ سب تمہارا ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اولیاء اللہ بننا پڑے گا اور اولیاء اللہ بننے کی ایک تعریف یہ ہے کہ تم خدا سے وہ سلوک تو کرو کہ جو کچھ تمہارا ہے وہ خدا کا ہو جائے۔ اس طرح اولیاء نہیں بنا کرتے کہ جو کچھ تمہارا ہے وہ میرا ہے اور جو کچھ میرا ہے وہ میرا ہے۔ اولیا تو اس طرح بنا کرتے ہیں کہ پہلے آپ اپنے محبوب، اپنے دوست کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اسے لے لے اور جب آپ کا دوست آزمائش میں ڈالے تو واقعتہً آپ دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ پھر اگر وہ زیادہ غنی ہے اور آپ سے زیادہ خوش حال اور متمول ہے آپ سے زیادہ صاحب قوت ہے تو وہ اس پیار کے یقین کے بعد پھر آپ کو نہ صرف سب کچھ واپس کرتا ہے بلکہ اس سے زیادہ واپس کرتا ہے۔ دنیا کے معاملات میں تو یہ بات شاذ شاذ کے طور پر دیکھی جاتی ہے لیکن خدا کے معاملہ میں ہر وہ بندہ جو خدا سے یہ سلوک کرے وہ اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے اللہ کے سلوک کو اور کچھ بھی ادھار باقی نہیں رہتا۔

اس لئے جماعت احمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ اگر آپ نے باقی دنیا کو یعنی مغرب کو ان کی ہلاکتوں سے بچانا ہے تو پہلے اپنے اندر اولیاء اللہ والی خود اعتمادی تو پیدا کریں۔ جب تک آپ خدا کے ساتھ محبت اور ولایت کا تعلق پیدا نہیں کرتے، نہ آپ اس دنیا کے اثر سے بچ سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کو کسی بد اثر سے بچا سکتے ہیں اور ولایت کا تعلق پیدا کرنا سب سے آسان کام ہے۔ میں نے جب اس مضمون پر غور کیا تو بہت سی باتیں میرے ذہن میں آتی رہیں آپ کو سمجھانے کے لئے۔ ایک یہ تھا کہ کسی طرح مغربی تہذیب سے بچنے کی کوششیں کرنی ہیں، کیا کچھ آپ نے اپنے بچوں کو بتانا ہے، کن کن چیزوں سے احتراز کرنا ہے کیا کیا اور کام کرنے ہیں۔ اتنی لمبی فہرست بن گئی اور بنتی چلی گئی کہ میں نے سوچا کہ ایک خطبہ تو کیا کئی خطبوں میں بھی پوری نہیں ہو سکتی یہ بات۔ تب قرآن کریم کی اس آیت کی طرف میری نظر گئی اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے میرے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے۔ ایک ہی بات میں آپ کو بتا دوں اور اس کے اندر ساری باتیں آجائیں گے اور وہ بات یہ ہے کہ

خود بھی اولیاء اللہ بننے کی کوشش کریں اور اپنے بچوں کو بھی اولیاء اللہ بنانے کی کوشش کریں۔ اور یہ کام جتنا بڑا ہے اتنا ہی آسان بھی ہے کیونکہ سب سے آسان راستہ محبت کا راستہ ہے۔ ہر دوسرا راہ مشکل راہ ہے۔ اس نکتے کو اگر کوئی سمجھ جائے تو اس کی ساری زندگی کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ کتنا بڑے سے بڑا کٹھن مقام ہو عاشق کے لئے وہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو ایک مقصد سے یا ایک وجود سے پیار ہوتا ہے اور اس کے لئے جتنی بھی تکلیف اٹھاتا ہے اس میں لذت پانے لگ جاتا ہے۔ اس لئے انبیاء کی اتنی مشکل زندگیاں کہ دور سے دیکھنے کے باوجود ہزاروں سال دور بیٹھے ہوئے، ان کی زندگیوں کا تصور کریں تو انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری باتیں جو ہمیں یہاں نہایت ہی دردناک دکھائی دیتی ہیں ان کے لئے لذت کا موجب تھیں کیونکہ محبت کے نتیجہ میں تھیں تصنع کے نتیجہ میں نہیں تھیں، بناوٹ کے نتیجہ میں نہیں تھیں، زبردستی ذہن کے حل کئے ہوئے مسائل کے نتیجہ میں نہیں تھیں، بلکہ یہ دل کا مسئلہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے سب سے بنیادی نکتہ یہاں بیان فرما دیا ورنہ دنیا میں رہ کر خدا کا بننا بہت مشکل کام ہے ورنہ لازماً دنیا غالب آ جاتی ہے۔

فرمایا تم اپنے رب سے دوستی کا تعلق بناؤ، اس سے پیار کا تعلق قائم کرو، روزمرہ کی زندگی میں اس سے باتیں کیا کرو اور اس کی طرف دیکھا کرو، ایک خوبصورت چیز دیکھو تو پہلے اللہ یاد آیا کرے بعد میں دوسری چیزوں کا خیال آئے۔ کوئی اچھی چیز دیکھو۔ مثلاً اچھی کار ہے تو دو طرح کے ردعمل ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ دل میں ایک آگ لگ جائے کہ جب تک میں نہ لے لوں یہ کار مجھے مزہ نہیں آئے گا۔ دوسرا یہ کہ خدا تعالیٰ کی صنعتوں کی طرف دھیان چلا جائے کہ عجیب اللہ کی شان ہے۔ ایک معمولی سی صنعت ہے کار، اس پر یہ لوگ سفر کرتے پھر رہے ہیں لیکن اللہ کی عظیم الشان صناعی ہے جس کو ہم ہر روز دیکھتے ہیں، ہمارے اپنے وجود میں موجود ہے اور اس کے نتیجہ میں خدا کی طرف کوئی توجہ پیدا نہیں ہوتی۔ اس جہت میں کئی ردعمل ہو سکتے ہیں اور انسان کا دل سرور سے بھی بھر سکتا ہے لذت سے بھر سکتا ہے اور پھر ایک اور طرح بھی خدا کی طرف توجہ ہو سکتی ہے۔ دل چاہتا ہے لینے کو تو اللہ سے کہہ سکتے ہیں اے خدا! میں تو تیرا ہوں اس لئے بظاہر تو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر میرے دل کی یہ تمنا پوری کرنی ہے تو یہ کار مجھے دے دے۔ مکانوں کے متعلق، دنیا کی چیزوں کے متعلق ایک یہ زندگی کا رجحان ہو سکتا ہے اور یہ رجحان ہے جو دراصل ولایت کا رجحان ہے اور اس رجحان میں کچھ بھی

مشکل نہیں ۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ایک جوتی کا تسمہ کی بھی ضرورت پڑے تو خدا سے مانگو۔

پہلی توجہ انسان کی ضرورت کے وقت دوست کی طرف ہوا کرتی ہے اس لئے ولایت سیکھنے کے لئے سب سے پہلے اپنی ضرورتوں سے بات شروع کریں اور واقعۃً ہر ضرورت کے وقت خدا کو یاد کرنا شروع کر دیں۔ یہ ولایت کا پہلا قدم ہے۔ دوسرا قدم یہ ہوگا جب آپ خدا سے مانگنا شروع کریں گے، ہر وقت خدا کی طرف دیکھیں گے تو کسی دن یہ بھی دل میں خلش پیدا ہوگی کہ اللہ کی بھی تو ضرورتیں ہیں، اس کے دین کی بھی تو ضرورتیں ہیں اور قدم قدم پر یہ ضرورتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ میں نے تو کبھی ضرورت پوری نہیں کی پھر میں کیسا دوست ہو گیا یک طرفہ دوستی تو کوئی چیز نہیں ہے۔ یک طرفہ تو غلامی کا معاملہ ہوا کرتا ہے، نوکری کا معاملہ ہوتا ہے۔نعوذ باللہ خدا کسی کا غلام تو نہیں ہے کہ وہ یک طرفہ چیزیں پوری کرتا چلا جائے۔تو اس رستے پر چلنے کے نتیجہ میں جو ولایت کا رستہ ہے یہ رستہ خود اپنے آپ کو مکمل کرتا چلا جاتا ہے، خود آپ کے قدم درست کرتا چلا جاتا ہے۔اس لئے سب سے آسان ایک بات جو میں آپ کو کہہ سکتا ہوں اور آپ کے لئے اور آپ کی نسلوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور پیار کا تعلق قائم کریں اور اس کے لئے محنت کریں۔کوشش کر کے باریک بینی کے ساتھ اس رستے پر قدم اٹھانے کی کوشش کریں۔ جب تک آپ کے دل میں محبت الٰہی لہریں بن کر دوڑنے نہ لگ جائے اس وقت تک محض خشک تعلق کے خیال کو پیار قرار نہ دیں۔ بڑا آسان رستہ ہے اور لذت والا رستہ ہے۔اس کی پہچان بھی کوئی مشکل نہیں۔ جوں جوں یہ پیار بڑھے گا آپ کے اعمال کے اوپر اس پیار کا اثر نمایاں ہوتا چلا جائے گا۔کسی بیرونی نصیحت کرنے والے کے محتاج آپ نہیں رہیں گے۔کسی خشک مولوی کی نصیحت کے آپ محتاج نہیں رہیں گے۔

پیار تو خود سکھاتا ہے رستے۔ان راہوں میں قدم اٹھانے کی تلقین بھی خود کرتا ہے اور جنون کا لباس پہنا دیتا ہے۔ دنیا کے عاشق مثلاً لیلیٰ کا عاشق ایک مجنوں تھا۔اس کے متعلق سوچیں کتنی ادنیٰ سی چیز تھی جس کا عشق اس کے دل میں پیدا ہوا۔ عارضی اور ایسی چیز جو جواباً اس کی محبت کو لوٹا بھی نہیں سکتی تھی نہ لوٹا رہی تھی، نہ اس میں یہ طاقت تھی کہ اتنی شدید محبت کا جواب دے سکے اور اس محبت کو کوئی دوام نہیں ہے۔اس کے باوجود اس نے مجنوں کی ساری زندگی کی کایا پلٹ دی۔ ہر وقت اس کو یہ

تمنا تھی کہ جو لیلیٰ کی خواہش ہے میں بھی ویسا ہی کروں اور لیلیٰ نام اس لئے تھا کہ اس کا رنگ کالا تھا ظاہری طور پر بھی اس میں جو حسن کا بنیادی جز سمجھا جاتا ہے رنگ کا اچھا ہونا، وہ بھی موجود نہیں تھا۔ لیکن کہتے ہیں اس کو لیلیٰ کے کتے سے بھی پیار تھا۔ کتا جب نظر آتا اسے تو کہتا یہ لیلیٰ کا کتا ہے تو جھپٹتا تھا اس کی طرف کہ میں اس کو بھی پیار کرلوں۔ تو محبت پھر عجیب معجزے دکھاتی ہے۔

سب سے زیادہ انسانی زندگی میں کارفرما قوت محبت کی قوت ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے اولیاء اللہ کہہ کے ہمیں ہمارے راستے کو آسان فرما دیا۔ فرمایا کہ تم اگر میری ولایت اختیار نہیں کرو گے تو تم پر ہر وقت کچھ خوف غالب رہیں گے اور ہر وقت کسی نہ کسی غم میں مبتلا رہو گے۔ جو دنیا کے خوف بھی ہوں گے اور آخرت کے خوف بھی ہوں گے۔ دنیا کے غم بھی ہوں گے اور آخرت کے غم بھی ہوں گے اس لئے زندگی کو آسان کرنے کے لئے اور دونوں جہانوں کی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے، میں تمہیں ولایت کی طرف بلاتا ہوں، اللہ کے پیار کی طرف بلاتا ہوں، اگر خدا کا پیار اختیار کرلو یعنی خدا فرماتا ہے میرے ولی بن جاؤ تو پھر یہ سارے رستے دونوں جہان تمہارے ہیں۔ جس طرح ہم دنیا میں کہتے ہیں دونوں جہاں تمہارے ہیں یہی بیان فرمایا گیا لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ خوشخبری ہو ان کو کہ دنیا بھی ان کی ہوگی اور آخرت بھی ان کی ہوگی۔

تو اس لحاظ سے جماعت احمدیہ کو یہی رستہ اختیار کرنا چاہئے ورنہ ان کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ دنیا کے خوف بھی ہوں گے اور آخرت کے خوف بھی ہوں گے اور یہ ایسی چیز ہے جس کے لئے آپ کو بچپن سے کوشش کرنی چاہئے اور اپنے بچوں کو سنبھالنے کے لئے سب سے زیادہ اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ آپ جو چاہیں ذرائع اختیار کرلیں اس سے زیادہ قوی ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔ ایک چھوٹے سے بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کردیں اور اس سے زیادہ آسان ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔ ہر دوسری محنت آپ سے کئی گنا زیادہ وقت مانگے گی، کئی گنا زیادہ توجہ اور استقلال مانگے گی لیکن خدا کے متعلق چند پیار کی باتیں روزانہ بچوں سے کردینا وہ ایک ایسا نکتہ ہے۔ جس سے آپ بھی فائدہ اٹھائیں اور وہ بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ جس طرح بعض دفعہ مائیں بچوں کو اچھی چیز کھلا رہی ہوتی ہے تو اس میں سے ایک ایک چمچہ آپ بھی کھاتی جاتی ہے اور وہ نظارہ آپ نے دیکھا ہوگا بڑا مزا آتا ہے دیکھ کے کہ بچے کا چہرہ بھی لذت سے بھرا ہوتا ہے اور ماں کا چہرہ بھی لذت

سے بھرا ہوتا ہے۔اسی طرح خدا کی محبت لقمہ لقمہ ان کو کھلائیں، یہ اس کے محتاج ہیں اور ایک ایک لقمہ آپ بھی ساتھ کھاتی رہا کریں۔ جب بچوں کی تربیت کریں گے تو پھر آپ کی بھی ساتھ تربیت ہوگی۔ جب خدا سے پیار ہو گیا تو پھر خدا کے نام پر قربانیاں مانگی جائیں، خدا کے نام پر آپ کو بلایا جائے، تبلیغ کی تلقین کی جائے اور اس وقت آپ اس کو یاد رکھ کر آگے بڑھ رہے ہوں گے۔ ہر قدم اٹھانے کی لذت آپ کو اس لئے آئے گی کہ آپ جانتے ہوں گے میرا ایک دوست ہے جو دیکھ رہا ہے۔ جب چندہ دیں گے تو ذہن میں کبھی یہ نہیں آئے گا کہ فلاں سیکریٹری مال کو دے رہے ہوں یا کسی اخبار میں چھپوانے کی خاطر دے رہا ہوں بلکہ چندہ دیں گے تو دماغ میں ہوگا کہ اللہ ہے ایک میرا اسی کی ضرورت پوری کر رہا ہوں میں، اس کے دین کی اور وہ دیکھ رہا ہے تو اس کو مزہ آرہا ہوگا۔ زندگی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ کام وہی ہیں جو عام لوگ کرتے ہیں لیکن اس کا رخ بھی بدل جاتا ہے سارا۔ قبلہ بدل جاتا ہے اور قبلہ درست ہو جاتا ہے۔

پس خدا کی محبت قبلہ درست کرتی ہے۔ یہ آپ کی ہر نیکی کا قبلہ درست کر دے گی۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا بھی اور بڑی سے بڑی نیکی کا بھی اور نیکیاں سب آسان ہو جائیں گی۔ اب بعض دوست ایسے ہیں جن کو خدا توفیق بھی دیتا ہے لیکن چندہ دیتے ہوئے ان کو اتنی تکلیف ہوتی ہے اس لئے کہ ان کا قبلہ درست نہیں ہوتا۔ اگر ایسے لوگ یہ سمجھتے کہ وہ اپنے بچوں کی ضرورت کے مقابل پر میں جماعت کی ضرورت پوری کر رہا ہوں اور بوجھل دل میں اس کے نتیجے میں محرومیاں پیدا ہوں گی۔ اگر محبت پیدا ہو جائے اور خدا کے ولی بن جائیں تو ذہن میں یہ ہوگا کہ سب کچھ میرے پیارے نے دیا ہوا ہے اُس کی ضرورت ہے، اس کے دین کی ضرورت ہے میں جو کچھ بھی دوں گا اس کے نتیجہ میں اس کا پیار مجھے ملے گا اور وہ مالی قربانی آسان بھی ہو جائے گی اور لذیذ بھی ہو جائے گی اور اس کی قوت بھی بڑھ جائے گی۔ اور اس کے نتیجہ میں جہاں تک ثواب کا تعلق ہے خدا کا یہ وعدہ لازماً آپ کے حق میں پورا ہوگا۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ ایسے لوگ جو میرے ولی بن کر نیکیاں کرتے ہیں۔ ان کے متعلق میرا وعدہ یہ ہے کہ دنیا بھی اُن کی خراب نہیں ہونے دوں گا۔ ان کی نیکیوں کا پھل لازماً دنیا میں بھی دوں گا اور آخرت میں بھی دوں گا۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ یہ ایک

اتنا عظیم الشان اور قوی وعدہ ہے کہ ایک عاشق کے لئے کیا جا سکتا ہے ورنہ عام ملاں کی نیکی کے نتیجہ میں تو اتنے عظیم الشان پیار کا اظہار خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ گُر یہی ہے کہ آپ خدا کا ولی بننے کی کوشش کریں۔ پھر آپ کو سچی خوابیں بھی آئیں گی۔ پھر آپ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے مکاشفہ کا تعلق بھی پیدا ہوسکتا ہے، مکالمہ کا تعلق بھی پیدا ہوسکتا ہے کیونکہ ولایت کے رستے پھر آسان سے آسان اور وسیع تر اور ہر قدم آسان ہو جاتا ہے۔اس پہلو سے آپ اس سبق کو یاد رکھیں گے تو پھر مجھے یقین ہے کہ یہ جو فکریں ہیں کہ یہاں کا معاشرہ نعوذ باللہ آپ پر غالب نہ آجائے یہ ساری فکریں میری انشاء اللہ ختم ہو جائیں گے لیکن ہر دل میں یہ یقین ہونا ضروری ہے۔ وہ جو ایک آیت میں نے پڑھی تھی جس میں یہ میں نے پڑھا تھا کہ اس دنیا پر وہ لوگ اطمینان پا جاتے ہیں وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اس دنیا پر طمانیت پا جاتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں دنیا کے ہوکر رہ جاتے ہیں ان کا آخرت سے تعلق کلیۃً کٹ جاتا ہے۔ ولایت کے مضمون میں بھی ایک اطمینان کا ذکر ہے وہاں فرمایا گیا اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:۲۹)۔طمانیت تو بہر حال انسان چاہتا ہے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اطمینان قلب کے بغیر انسان زندہ رہ سکے۔فرمایا فرق یہ ہے کہ بعض لوگ دنیا کی نعمتیں پاتے ہیں تو ان کا دل لگتا ہے کہ بس یہیں کے لئے تھا اور ان کوسکون آجاتا ہے وہ دنیا کی نعمتوں کے ساتھ چمٹ کر بیٹھ جاتے ہیں، لیکن کچھ خدا کے اور بندے ہوتے ہیں۔ جو خدا کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو جب تک خدا کی یاد نہ آئے ان کو تسکین قلب نہیں ملتی۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ۔تو جیسا کہ آیات میں نے پڑھیں تھیں ہر بات میں ان کو ہر بات سے خدا کی یاد آنے لگ جاتی ہے، ہر بات ان کے لئے طمانیت کا موجب بن جاتی ہے۔

پس یہ بہت ہی پیارا، صاف اور سیدھا رستہ ہے اور محنت طلب نہیں ہے بلکہ محنت کی طاقتیں بھی خود بخشتا ہے۔خود آگے بڑھتا ہے جوں جوں رفتار بڑھاتا ہے اُسی رفتار کے ساتھ سفر کو آسان سے آسان تر کرتا چلا جاتا ہے اور لذیذ تر کرتا چلا جاتا ہے۔پس ہمیشہ کوشش کریں کہ خدا تعالیٰ سے سچا اور دائمی پیار پیدا ہو جائے۔اور بچوں کے دل میں بھی، آپ کی بیویوں کے دل میں بھی، بہنوں اور ماؤں کے دل میں بھی اور برعکس اس کے عورتوں کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے بچوں میں خدا کا پیار گوندھ گوندھ کر داخل کر دیں۔اگر وہ دودھ پلاتی ہیں تو اپنے دودھ کے ذریعہ ان کے اندر خدا کا پیار

داخل کریں وہ بچوں کو لوریاں دیتی ہیں اور کہانیاں سناتی ہیں تو لوریوں اور کہانیوں کے ذریعہ اللہ کا پیار بچوں کے اندر داخل کریں۔ اور وہ اپنے خاوندوں کے دل میں بھی خدا کا پیار داخل کرنے کی کوشش کریں اور اپنے بھائیوں کے دل میں بھی۔

تو دونوں طرف سے ایک بڑی قوت کے ساتھ مہم چلنی چاہئے اور جہاں تک میں نے بیان کیا ہے، اس سے انشاء اللہ تعالیٰ عظیم الشان نتائج ظاہر ہوں گے۔ آپ کی زندگی کی کیفیت بدل جائے گی۔ تو اس وقت صرف بتانے کی باتیں ہیں اس لذت میں سے جو گذرے ہیں ان کو پتہ ہے یا جو گزریں گے وہی جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ آسان اور لذت کا رستہ یہی رستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

نماز جمع ہونگیں یعنی جمعہ کے بعد عصر کی نماز جمع ہوگی اور جو مقامی دوست ہیں یا جو بچے سن رہے ہیں وہ غور کریں کہ سلام نہیں پھیرنا عصر کی نماز میں میرے ساتھ۔ میں دوگانہ (دو رکعت) پڑھوں گا۔ مقامی دوستوں نے چار پوری کرنی ہیں اور سلام پھیرے بغیر اٹھ کھڑے ہونا ہے جب رکعات پوری کر لیں تو پھر سلام پھیریں۔